نمبر ۱۳۵ | مورخہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۳۱ء | یوم شنبہ | مطابق ۴ محرم سنہ ۱۳۵۰ ہجری | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت دو روز سے بعارضہ بخار اور سر درد علیل ہے۔ اسی وجہ سے حضور نمازوں میں تشریف نہیں لاسکے۔ احباب حضور کی بحالیٔ صحت کے لئے دعا فرمائیں ؕ

مقامی انصار اللہ کا پانچواں تبلیغی وفد جو سولہ اصحاب پر مشتمل ہے۔ ۲۱ مئی مضافات میں تبلیغ کے لئے روانہ کیا گیا ؕ

مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل۔ اور ابو العطاء مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل ۲۷ مئی چار بجے کی ٹرین سے غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے روانہ ہونگے۔ اول الذکر لنڈن میں اور ثانی الذکر حیفا (فلسطین) میں تبلیغی مہمات کے فرائض سرانجام دینگے۔ ۳۱ مئی کراچی سے جہاز پر روانگی ہوگی۔ احباب ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں ؕ

۲۱ مئی۔ ملک غلام فرید صاحب ایم اے ایڈیٹر سن رائز نے جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں مخلوط باجماعت کا انتخاب پر بزبان انگریزی لیکچر دیا۔ حاضرین کثرت سے محظوظ ہوئے ؕ

مسیح موعود نمبر کے مضامین کی فہرست

۲۶ مئی کا پرچہ "مسیح موعود نمبر" ہوگا۔ جس میں شائع ہونے والے مضامین کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ تاکہ احباب مضامین کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں۔ اور جس قدر زیادہ ممکن ہو پرچہ کی اشاعت میں حصہ لے سکیں ؕ

(ایڈیٹر)

مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ

زیر اہتمام

جماعت احمدیہ لاہور

مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر اہتمام جماعت احمدیہ لاہور بصدارت جناب سید عبدالقادر صاحب ایم۔اے پروفیسر اسلامیہ کالج ۱۹ مئی ۱۹۳۱ء ساڑھے آٹھ شام باغ بیرون دہلی دروازہ میں منعقد ہوا۔ جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے سابق مبلغ انگلستان۔ مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل جالندھری۔ شیخ اکبر علی صاحب ایڈووکیٹ۔ محمد نذیر صاحب ایڈووکیٹ۔ ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے۔ پروفیسر علم الدین صاحب سالک اور سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے تقریریں کیں۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے ہندوؤں کی اشتعال انگیز تقریروں کی مذمت کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ مسلمان ایک ہزار سال سے ہندوستان میں آباد ہیں۔ پھر بھی ہندوؤں نے ان سے اتحاد جائز نہیں سمجھا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہندوؤں میں ابھی تک "قومیت" کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے پہلو میں چھری تصور کیا۔ ہندوستان کی ۲۲ کروڑ ہندو آبادی سے گیارہ کروڑ اچھوت ہیں۔ بجز جداگانہ انتخاب کے ان کی صحیح نمائندگی نہیں ہو سکتی۔

مولوی ابوالعطاء صاحب نے کہا۔ ایک سچے مسلمان اور سچے ہندو کے درمیان دشمنی ہو ہی نہیں سکتی۔ موجودہ منافرت کا باعث محض "تنازع للبقاء" اور عدم اعتماد ہے۔ اور اسی غرض سے جداگانہ انتخاب کی ضرورت ہے۔ بھوپال میں مسلم کانفرنس کی کامیابی کی خبر سنکر گاندھی جی نے شملہ سے روانہ ہوتے ہوئے ایک نیا ڈھنگ اختیار کیا۔ کہ اپنے پہلے وعدہ کی بجائے اب یہ کہا ہے۔ کہ اگر سکھ اور مسلمان متحدہ مطالبہ پیش کریں۔ تو میں تسلیم کر لوں گا۔ فاضل مقرر نے کہا۔ اگر سکھ صاحبان اپنے مطالبہ کے مطابق پنجاب میں ۳۳ فیصدی حقوق پر رضامند رہیں۔ اور مسلمانوں کے ان کی آبادی کے تناسب سے ۶۰ فیصدی حقوق تسلیم کرلیں تو یہ سکھوں اور مسلمانوں کا متحدہ مطالبہ ہوگا۔ اور باقی ماندہ حقوق گاندھی جی جہاں چاہیں۔ تقسیم کر لیں۔

مفصلہ ذیل قراردادیں باتفاق آراء پاس ہوئیں:۔

(۱) مسلمانان لاہور کا یہ جلسہ ڈاکٹر مونجے بھائی پرمانند اور ان کے ہم خیال متعصب کانگرسی اور مہاسبھائی لیڈروں کے فرقہ وارانہ طرز عمل کے خلاف اظہار نفرت کرتا ہوا ہر معقولیت پسند ہندوستانی سے امید کرتا ہے کہ وہ ان کے زہریلے پروپیگنڈا کو رد کر کے ملک کی فضاء کو جو پہلے ہی فرقہ وارانہ منافقات سے مکدر ہے صاف کرنے کی کوشش کرے گا۔

(۲) مسلمانان لاہور کے اس جلسہ کی رائے میں اگریکلچرل ایکٹ کو موجودہ صورت میں پاس کرنے کا اصل منشا پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں مسلمانوں کی بڑی اکثریت کو قطعاً غیر مؤثر بنا دینا ہے جو حکومت خود اختیاری کے ابتدائی اصولوں کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے یہ جلسہ ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب پنجاب سے استدعا کرتا ہے کہ وہ اس بل کو منظور کرنے سے انکار کر دیں۔

(۳) مسلمانان لاہور کا یہ عام جلسہ ہندوستانی خبر رساں ایجنسیوں یعنی ایسوسی ایٹڈ پریس اور فری پریس کی ان تمام فرقہ وارانہ سرگرمیوں کو حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جو ایک عرصہ سے اسلامیان ہند کی سیاسی و ملی زندگی کے متعلق غلط بیانیوں کی نشر و اشاعت میں صرف ہو رہی ہیں۔ اور بحالات موجودہ گورنمنٹ برطانیہ کو متاثر کرنے کے لئے مہاسبھائی مقاصد کی تائید میں مسلمانوں کی صحیح سیاسی تحریکوں کی اصلیت کو دبانے اور انہیں نام نہاد نیشنلزم سے وابستہ دکھانے میں شد و مد کے ساتھ عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ یہ جلسہ جہاں گورنمنٹ کو ان ایجنسیوں کی فریبکارانہ مساعی سے متنبہ کرتا ہے۔ وہاں گورنمنٹ پر یہ امر بھی واضح کر دینا چاہتا ہے۔ کہ ایسوسی ایٹڈ پریس کی جو ایک نیم سرکاری ایجنسی ہے مسلمانوں کے متعلق موجودہ معاندانہ روش اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کو اس سالانہ مالی اعانت کا مستحق نہ سمجھا جائے۔ جو خزانۂ حکومت سے اسے دی جاتی ہے۔

(ب) نیز یہ جلسہ مسلمانان ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ہندوستان میں مسلم پریس کو مضبوط کرنے کے لئے ایک اسلامی نیوز ایجنسی فوراً قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

(۴) ان قراردادوں کی نقول پریس۔ وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ اور جناب گورنر پنجاب اور جناب وائسرائے ہند کو بھیجی جائیں۔

فضل کریم وکیل سیکرٹری امور عامہ انجمن احمدیہ لاہور

مصر میں انتخابات ختم

کئی موقعوں پر فوج اور پولیس کے ہجوم پر فائر کرنے کے بعد ۱۸ مئی کو انتخابات ختم ہو گئے۔ وزیراعظم نے کہا کہ ۶۵ فیصدی ووٹر پر جیاں ڈالنے آئے۔ جو جدید دستور اساسی کے حامی ہیں۔

کابل میں بہت سے بم پکڑے گئے

پیشتر ازیں یہ خبر شائع کی جا چکی ہے۔ کہ کابل میں جہاں انتظام حکومت مکمل ہو رہا ہے۔ ایک نوجوان کو اس لئے گرفتار کر لیا گیا۔ کہ وہ امان اللہ خان کا حامی ہے۔ اب ایسوسی ایٹڈ پریس کے ذریعہ جو اطلاع موصول ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کابل میں بہت سے طلباء کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ان کی گرفتاری اس الزام میں کی گئی ہے۔ کہ ان کے پاس بہت سے بم تھے۔

اسلامی ممالک کی خبریں اور اہم کوائف

سید محمد ہاشم خان کے قتل کی تفصیل

افغانستان کے روسی قنصل جنرل سید محمد ہاشم خان کا قتل ۱۴۔ نومبر ۱۹۳۰ء کو واقعہ ہوا تھا۔ معاصر اصلاح میں واقعہ قتل کی تحقیقات کے نتائج سلسلہ وار شائع ہو رہے ہیں۔ قاتل کا نام کامریڈ ڈیر یکلا زوف پاول پٹر ووچ ہے۔ عمر ۲۹ سال اور وہ بوزولوک شہر میں پیدا ہوا تھا۔ معمولی تعلیم ہے۔ اور موٹر ڈرائیوری کا پیشہ کرتا ہے۔ قونصل افغانستان مقیم تاشقند کو گودرن سے موٹر میں عشق آباد لے جا رہا تھا۔ جب ۲۱۔ کیلومیٹر کے فاصلہ پر پہونچا۔ تو اس نے موٹر کو روک لیا۔ اور قونصل جنرل پر ناگہانی حملہ کر دیا۔ تین ضربات سے قتل کر کے ان کی جیب سے بٹوا پاسپورٹ۔ طلائی گھڑی اور طلائی زنجیر اور نقدی نکال لی۔

مجلس ترکی میں نیا قانون

معاصر الفتح رقمطراز ہے۔ کہ حکومت انقرہ نے ایک قانون مجلس وطنی کبیر میں پیش کرنے کے لئے مرتب کیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ حکومت ان ملازمین کو بالخصوص سفراء گورنروں اور امن عامہ کے عہدہ داروں اور تمام تعلیمی محکمہ کے ملازمین کو ان کی ملازمتوں پر صرف اس صورت میں برقرار رکھے گی۔ کہ وہ دین اور سیاست میں حکومت کے ہم رائے ہوں۔

کابل کے خلاف ہندوستان میں پروپیگنڈے کا انسداد

سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار شملہ سے لکھتا ہے۔ کہ افغانستان میں عموماً امن و سکون ہے۔ اگرچہ غیر سرکاری حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے۔ کہ امان اللہ خان کے حق میں پروپیگنڈا جاری ہے۔ لیکن اس میں ایسی کامیابی نہیں ہو سکی۔ کہ کسی قسم کا خطرہ ہو لیکن حکام کابل اس خطرہ کو نظر انداز بھی نہیں کرتے۔ بدقسمتی سے اس قسم کا بہت سا پروپیگنڈا ہندوستان کے ذریعہ کیا جا رہا ہے۔ موجودہ دوستانہ تعلقات کے پیش نظر متعدد دستاویزات کی اشاعت ممنوع قرار دی جا چکی ہے۔ لیکن یہ انسداد کافی معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے خیال کیا جا رہا ہے۔ کہ بین الاقوامی ذمہ داریاں حکومت ہند کو مجبور کریں گی کہ وہ ہندوستان کو اس پروپیگنڈے کا مرکز بننے سے روکنے کے لئے غیر ملکی تعلقات کے متعلق کوئی آرڈیننس شائع کرے۔

سرحدی قبائل اور افغانستان

جریدہ افغانستان لکھتا ہے۔ سرحدی اقوام نے شاہ کابل نادر شاہ کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی تھی۔ اور خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ ہم انگریزوں سے جب برسرپیکار ہوں۔ تو حکومت افغانستان ہمیں پناہ دے۔ حکومت کابل نے اس بات کو رد کر دیا ہے اور تاکیدی احکام جاری کر دیئے ہیں۔ کہ سرحدی افغانستان کے کسی علاقہ میں انہیں پناہ نہ دی جائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۱۳۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے مسیحی مشنری کا چیلنج منظور

"نورافشاں" کی تجویز پر پورے دو ماہ گزرنے کے بعد ایک مطبوعہ چٹھی بعنوان "مکتوب مفتوح" مرقومہ پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے مشنری انچارج فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور ہمیں موصول ہوئی ہے۔ جس میں پادری صاحب نے دو باتوں پر بحث کرنے کا چیلنج دیا ہے۔ میں بحیثیت ناظر دعوۃ و تبلیغ جو سلسلہ عالیہ جماعت احمدیہ کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے تمام اُن امور میں جن کا تعلق میدان تبلیغ کے ساتھ ہے۔ نمائندہ ہوں۔ اور تبلیغی مہمات کے انصرام کے لئے پورا پورا اختیار رکھتا ہوں۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے کا یہ چیلنج منظور کرتا ہوں۔ اور بذریعہ اپنے آرگن "الفضل" اعلان کرتا ہوں۔ کہ پادری صاحب موصوف جب اور جہاں پسند فرمائیں۔ مباحثہ کے متعلق ضروری امور طے کرنے کے لئے وقت مقرر کریں۔ اُن کی طرف سے مقام اور وقت کی تعیین ہونے پر میں اپنے مبلغ وہاں بھیج دوں گا۔ بہتر ہو کہ بٹالہ میں ہی شرائط کے متعلق ابتدائی گفت و شنید ہو جائے ؂

اس کے ساتھ میں اُن کی یہ تجویز بھی منظور کرتا ہوں۔ کہ دو مسئلوں پر بحث ہو گی۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات اور مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر۔ اور اگر وہ پسند کریں۔ تو ہماری طرف سے اجازت ہو گی۔ کہ مسئلہ الوہیت مسیح اور کفارہ کے مسئلہ کو بھی لے لیں۔ جیسا کہ اُن کی تجویز ہے۔ کہ ایک آخری معرکۃ الآرا تصفیہ ہو جائے ؂

اس ضمن میں اس امر کا بھی اظہار کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ فریقین کو اپنے اپنے مباحث منتخب کرنے کی از روئے انصاف پوری پوری آزادی ہونی چاہیئے۔ اور اس امر میں پادری صاحب کو اپنے خداوند یسوع مسیح کے اس قول پر عمل کرنا چاہیئے۔ کہ جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کر۔ پادری صاحب کو تو حق حاصل ہے۔ کہ جسے چاہیں۔ اپنی طرف سے عیسائیت کی ترجمانی کرنے کے لئے کھڑا کریں۔ اور انہوں نے اپنے اس "مکتوب مفتوح" میں پادری سلطان محمد پال صاحب ایڈیٹر "نورافشاں" لاہور کو اپنا نمائندہ نامزد بھی کر دیا ہے۔ صاحب موصوف کی نامزدگی پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ منظور ہے۔ اسی طرح ہمارا یہ حق ہے کہ ہم اپنے عقائد کی نمائندگی کے لئے جسے چاہیں۔ نمائندہ مقرر کریں۔ نہ ہم ان کے حق میں دخل انداز ہوتے ہیں۔ اور نہ وہ ہمارے حق میں ہوں۔ یہی عین انصاف کی راہ ہے۔ اور مجھے اُمید ہے۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے اس عام فہم اصل کو قبول فرمالیں گے۔ اور خواہ مخواہ اس بات پر اصرار نہ کریں گے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ مجوزہ مباحثہ میں خود ہی مباحث ہوں۔ اگر اُن کا یہ اصرار جائز ہو۔ تو پھر اس کے مقابل پر ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے۔ ہم اُن سے مطالبہ کریں۔ کہ عیسائیت کی بہترین ترجمانی کرنے والے اس کی چوٹی کے نمائندے پوپ صاحب ہیں۔ ان کو میدان مباحثہ میں لائیں۔ یا اگر وہ نہ آسکیں۔ تو بطور تنزل ہمیں منظور ہے۔ کہ پوپ صاحب کے جانشین کسی لارڈ بشپ کو ہی مباحثہ کے لئے تیار کریں ؂

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے نے اپنے چیلنج میں جو راہ اختیار کی ہے۔ وہ یقیناً انصاف سے دور ہے۔ اور میں ان کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں۔ کہ وہ اب میدان سے بھاگنے کی راہ نہ ڈھونڈیں۔ انہیں کیا فکر۔ ہم اپنا نمائندہ جسے چاہیں۔ مقرر کریں۔ اپنے خیال کی ترجمانی کرنے کے لئے فکر تو ہمیں ہونی چاہیئے۔ میں انہیں ہر طرح سے اطمینان دلاتا ہوں۔ کہ جس قسم کا مباحث وہ میدان مباحثہ میں لائیں گے۔ اس سے کم لیاقت کا مباحث ہم ہرگز نہیں لائیں گے بالفرض اگر ہم کم لیاقت کا مناظر لائیں بھی۔ تو پھر انہیں تو خوش ہونا چاہیئے کہ میدان ان کا ہو گا ؂

غرض پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے یہ بات ہم پر چھوڑ دیں۔ کہ جسے ہم چاہیں۔ اپنا ترجمان مقرر کریں۔ اسلام نے عیسائی صاحبان کو يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ کہتے ہوئے ہمیشہ مساوات کی طرف دعوت دی ہے۔ یعنی کہا ہے۔ اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر کی حیثیت رکھتی ہے۔ خواہ مخواہ تحکم سے کام لیتے ہوئے ٹیڑھی راہ نہ اختیار کرو ؂

محترم پادری صاحب آپ ایم۔ اے ہیں۔ منتہی بالطبع ہو کر میری گزارش پر غور فرمائیں۔ انشاء اللہ سمجھ جائیں گے۔ کہ میں انصاف کی بات کہہ رہا ہوں۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

سول سروس میں مسلمان نوجوانوں کی کامیابی

گزشتہ جنوری میں انڈین سول سروس کا جو امتحان مقابلہ دہلی میں ہوا۔ اس میں صرف ۱۳۔ اسامیاں مطلوب تھیں۔ جن میں سے چار کھلے مقابلہ کے ذریعہ اور ۹۔ نامزدگی کے ذریعہ پُر کی جانی تھیں۔ تاکہ امتحان کے رُو سے اگر کسی قوم کو مناسب حصہ نہ ملے تو نامزدگی سے اس کی کمی پوری کر دی جائے۔ لیکن امتحان کا نتیجہ چونکہ اچھا نکل آیا ہے۔ اس لئے زیادہ نامزدگی کی ضرورت نہیں رہی امتحان میں گیارہ امیدوار کامیاب ہوئے جن میں پہلے ۶ مسلمان ان کے بعد ایک عیسائی اور پھر چار ہندو ہیں۔ اب صرف ۲۔ اسامیوں کے لئے نامزدگی ہو گی ؂

یہ نتیجہ نہ صرف اس لحاظ سے بہت خوشکن ہے۔ کہ اعلےٰ ملازمتوں میں مسلمان اپنا حق حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں بلکہ اس لحاظ سے بھی مسرت انگیز ہے۔ کہ یہ ہندوؤں کے اس حملہ کا جواب ہے۔ جو مسلمان نوجوانوں کی قابلیت پر کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں چونکہ قابلیت نہیں۔ اس لئے انہیں ملازمتوں میں اپنا حصہ طلب کرنے کا حق نہیں۔ جب مسلمان ایک اعلےٰ پایہ کے امتحان میں شامل ہو کر ہندوؤں پر فوقیت حاصل کر سکتے ہیں۔ تو دیگر شعبوں میں کیوں قابلیت کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ چونکہ دفتری انتظامات پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ اس لئے اول تو مسلمانوں کو امتحانات مقابلہ میں شمولیت کا بہت کم موقعہ دیا جاتا ہے۔ دوسرے ممتحن اگر دیسی ہوں۔ تو مساوی سلوک نہیں کرتے۔ اگر حکومت ان باتوں کا انسداد کر دے۔ تو مسلمان ہر موقعہ پر اپنی قابلیت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ اور بتا سکتے ہیں۔ کہ وہ قابلیت میں کسی سے کم نہیں۔ بلکہ اکثر حالتوں میں بڑھ کر ہیں اس وقت تک انکی قابلیت پر ہندوؤں نے جو پردہ ڈال رکھا ہے۔ اُسے دور کرنے کے لئے نہ صرف مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیئے۔ بلکہ حکومت کو بھی امداد دینی چاہیئے۔

مسلمانوں کے مطالبات کے متعلق گاندھی جی کی نئی شرط

گاندھی جی نے شملہ سے روانہ ہوتے وقت جہاں حکومت کی طرف سے مطمئن ہونے اور حکومت کے متعلق اعتماد حاصل کرنے کا اعلان کیا ہے وہاں فرقہ وارانہ مسائل کے متعلق اظہار خیالات کرتے ہوئے کہا:-

"اگر سکھ اور مسلمان متحدہ مطالبہ پیش کریں۔ تو میں بلا تامل اسے منظور کر لوں گا۔"

گاندھی جی نے پہلے اس بارے میں یہ شرط لگائی تھی۔ کہ عام مسلمان اگر کانگریسی مسلمانوں کے ساتھ متحد ہو کر مطالبات پیش کریں۔ تو منظور کر لئے جائیں گے۔ اب یہ سمجھ کر کہ کانگریسی اور غیر کانگریسی مسلمان اپنے مطالبات پر متحد ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ممکن ہے۔ ان میں اتحاد ہو جائے۔ اپنی پہلی شرط کو اس طرح بدل دیا ہے۔ کہ سکھ اور مسلمان متحدہ مطالبہ پیش کریں تو بلا تامل منظور کر لیا جائے گا۔

سکھ جس قسم کے مطالبات کر رہے ہیں اور جن کی وجہ سے گول میز کانفرنس میں وزیر اعظم برطانیہ انہیں عجیب مخلوق قرار دے چکے ہیں۔ ان کے متعلق گاندھی جی کا یہ ارشاد کہ مسلمان ان کی بنا پر ان سے متحد ہو جائیں۔ اس ذہنیت کا پورا ثبوت ہے جو مسلمانوں کے متعلق انہوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ مسلمانوں کے مطالبات کو سکھوں کی رضامندی سے وابستہ کر دینا ظاہر کرتا ہے۔ کہ دراصل گاندھی جی فرقہ وارانہ اختلافات مٹانا نہیں چاہتے بلکہ ہر ممکن طریق سے بڑھانا چاہتے ہیں۔ اور کوئی عجب نہیں۔ کسی وقت جب انہیں یہ خیال پیدا ہو جائے۔ کہ مسلمان اور سکھ اپنے مطالبات کے متعلق متحد ہونے والے ہیں۔ تو وہ یہ اعلان کر دیں۔ کہ اگر سکھ مسلمان اور ہندو متحدہ مطالبہ پیش کریں۔ تو میں بلا تامل اسے منظور کر لوں گا۔

عصمت خراب کرنے کے متعلق مقدمات

سیاسی شورش میں نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کی بے محابا شمولیت پر بہت کچھ فخر کیا جا چکا۔ ان کی کارگزاریوں کی بڑھ چڑھ کر تعریفیں کی جا چکیں۔ ان کی بہادری اور دلیری کی داستانیں بیان ہو چکیں۔ اب وہ راز برسر عام آ رہے ہیں۔ جو نہایت ہی افسوسناک بلکہ شرمناک ہیں۔ اور جن کے خطرہ سے کانگرس والوں کو ابتدا میں ہی آگاہ کر دیا گیا تھا۔ کئی کانگرسی کارکنوں پر اس قسم کے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ کہ انہوں نے نوجوان لڑکیوں کا اغوا کیا۔ اور ناجائز طور پر اپنے قبضہ میں رکھا۔ اس قسم کا ایک آدھ کیس عدالت میں بھی پہونچ چکا ہے۔ پھر ایسے مقدمات دائر ہو رہے ہیں جن میں کانگرس کی رضاکار لڑکیاں پولیس کے ملازموں پر عصمت خراب کرنے کا الزام لگا رہی ہیں۔ تھوڑے ہی دن ہوئے۔ اس قسم کا ایک مقدمہ بمبئی میں خارج ہو چکا ہے۔ اور عدالت نے ملزم کو بری کر دیا۔ اب ایک اور مقدمہ کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک رضاکار خاتون نے چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ بمبئی کی عدالت میں ایک یورپین سارجنٹ۔ اور ایک کانسٹیبل کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے۔ کہ انہوں نے اس کی عصمت خراب کی تھی۔

بلاشبہ خواتین کی عصمت پر حملہ کرنے والا ہر شخص اس بات کا مستحق ہے۔ کہ اسے عبرتناک سزا دی جائے۔ لیکن اس سے زیادہ سزا کے مستحق وہ لوگ ہیں۔ جو خواتین کی عصمت کو جان بوجھ کر خطرہ میں ڈالیں۔ اول تو یہی بات سمجھ سے بالا ہے۔ کہ جو عورتیں قانون شکنی کرنے کے لئے میدان میں آئی تھیں۔ ان میں سے کسی کو اسی قانون کے رو سے اپنی عصمت خراب ہونے کا انسداد کرانے کا کیا حق ہے۔ دوم اگر قانون ملزم کو مجرم بھی قرار دے دے۔ تو عصمت خراب کرنے کی بڑی سے بڑی سزا چند سال کی قید کے سوا اور کیا ہے۔ لیکن کیا مجرم کے قید ہو جانے سے عصمت کی خرابی دور ہو سکتی ہے۔ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو ایسے مواقع سے عورتوں کو علیحدہ رکھنے کی کتنی سخت ضرورت ہے۔ جہاں عصمت کے خطرہ میں پڑنے کا ڈر ہو۔ مگر یہ بات وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں۔ جو عصمت کو ایسا قیمتی جوہر سمجھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بال آنے کے بعد پھر جڑ نہیں سکتا۔

کیا امید کی جائے۔ کہ کانگرسی اگر سب پہلے نہیں۔ تو ایسے واقعات کی موجودگی میں آئندہ اس بارے میں احتیاط سے کام لیں گے۔

مولوی فاضل کے امتحان کے پرچے

ہمیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ کہ اب کے سال مولوی فاضل کے امتحان کے پرچے سوائے ایک آدھ کے پوری احتیاط اور قابلیت سے تجویز کئے گئے۔ اور طلباء کی قابلیت کا اندازہ لگانے کے لئے مناسب اور موزون طریق اختیار کیا گیا۔ اس امتحان کے متعلق جو مسلمانوں کی مذہبی زبان کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ عرصہ سے شکایات پیدا ہو رہی تھیں۔ اور پرچہ بنانے والوں کی سخت گیری اور بے احتیاطی کے خلاف غم و غصہ کے جذبات رونما ہو رہے تھے۔ لیکن گزشتہ سال تو حد ہی ہو گئی۔ اس پر پنجاب یونیورسٹی سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ وہ دقیانوسی رنگ کے مولویوں کو چھوڑ کر روشن خیال اور موجودہ طرز تعلیم کے ماہرین سے پرچے بنوائے۔ یونیورسٹی نے اس طرف توجہ کی۔ اور نئے ممتحن مقرر کئے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ امسال کے پرچے عمدگی کے ساتھ ترتیب دیئے گئے۔ البتہ پہلے پرچہ کے متعلق یہ شکایت پیدا ہوئی ہے۔ کہ وہ بے حد طویل تھا سوالات کا انداز پیچیدہ ہے۔

ہم امید کرتے ہیں۔ کہ آئندہ اس قسم کے نقائص کو بھی دور کر دیا جائے گا۔

حضرت آدمؑ کی ہتک "ریاست" میں

پچھلے دنوں اخبار ریاست نے گاندھی جی کی تعریف و توصیف کے سلسلہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا تھا۔ جو نہایت دل آزار اور تکلیف دہ تھے۔ ان کے خلاف جب مسلمان اخبارات نے آواز اٹھائی۔ تو ایڈیٹر ریاست نے معذرت کا اظہار کرتے ہوئے معافی چاہی۔ اس سے توقع ہو سکتی تھی۔ کہ وہ آئندہ اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ جو کسی کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہونچانے والی ہو۔ اور احتیاط سے کام لے گا۔ لیکن ہمیں یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ ۹ مئی کے ریاست میں ایک مرد و عورت کی برہنہ اور ہم آغوش تصویر دے کر اس کے نیچے لکھا ہے "سنہ ۱۹۳۱ء کا آدم و حوا"

ہر پڑھا لکھا انسان جانتا ہے۔ کہ حضرت آدمؑ کو مسلمان اپنے زمانہ کا برگزیدہ انسان اور خدا کا پیغمبر یقین کرتے ہیں۔ اور حوا کو ان کی رفیق زندگی ہونے کی وجہ سے قابل عزت و احترام قرار دیتے ہیں۔ ان کے اسماء کو ایک فحش اور بیہودہ تصویر کے متعلق استعمال کرنا یقیناً حد درجہ کی بیہودگی اور پرلے درجہ کی کمینگی ہے۔ جس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس لگنا یقینی ہے۔ ہم ایڈیٹر صاحب ریاست سے دریافت کرتے ہیں۔ کیا اس تصویر کے نیچے وہ اپنے ماں باپ کے نام لکھنے کے لئے تیار ہیں۔ حالانکہ وہ اسی زمانہ میں ہونے کی وجہ سے زیادہ موزون رہتے اگر نہیں۔ تو اندازہ لگالیں۔ کہ مسلمان جو خدا تعالےٰ کے نبیوں کی عزت و توقیر اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کا نام فرضی اور فحش تصویروں کے نیچے لکھا ہوا دیکھنا کس قدر صدمہ اور رنج کا موجب ہو سکتا ہے۔

معلوم نہیں گورنمنٹ ایسے اخبارات کی فتنہ انگیزی اور شرارت کی طرف کیوں توجہ نہیں کرتی۔ تاکہ بات بڑھ کر خطرناک صورت اختیار نہ کرنے پائے۔ بارہا یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مذہبی جذبات اور احساسات کی تذلیل اور تحقیر مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت چیز ہے۔ مگر گورنمنٹ کی طرف سے اس بارے میں کوئی موثر کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلموں کی طرف سے آئے دن اس قسم کی شکایات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

احمدیت پر اعتراضات کے جواب

ڈاکٹر عبد الحکیم کی پیشگوئی

اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (الصافات ع ۱) میں بتایا ہے کہ جب کبھی خدا تعالیٰ اپنا ایسا کلام جو امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ ملائکہ کے ذریعہ اپنے انبیاء اور مرسلین پر نازل فرماتا ہے۔ تو شیاطین ان اخبار غیبیہ میں سے سرقہ کر کے اپنے دوستوں کے سامنے اپنی صداقت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے پیارے انبیاء کی صداقت ثابت کرنے کی غرض سے اپنی زبردست قدرت کا "شہاب ثاقب" ظاہر فرماتا ہے جس کی روشنی کے سامنے شیطان اور اس کے ساتھیوں کی نظریں چندھیا جاتی ہیں۔ اور ندامت اور خجالت کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

وفات کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے اپنی وفات کی اطلاع پا کر دسمبر ۱۹۰۵ء میں اپنی وفات سے ۲½ سال قبل الوصیت شائع کی۔ اور اس میں اپنے قرب وفات کو بوضاحت بیان فرمایا۔ چنانچہ حضور نے لکھا:-

"چونکہ خدا تعالیٰ نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے۔ اور اس بارہ میں اس کی وحی اس تواتر سے ہوئی۔ کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ ۔ ۔ ۔ پہلے میں اس مقام وحی سے اطلاع دیتا ہوں۔ جس نے مجھے میری موت کی خبر دیکر میرے لئے یہ تحریک پیدا کی اور وہ یہ ہے۔ قَرُبَ اَجَلُکَ الْمُقَدَّرُ ۔ ۔ ۔ قَلَّ مِیْعَادُ رَبِّکَ ۔ ۔ ۔ ۔ جَاءَ وَقْتُکَ ۔ ۔ ۔ تیری اجل آگئی ہے ۔ ۔ ۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے ۔ ۔ ۔ تیری وفات کا وقت آگیا ہے۔ پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے میری وفات کی نسبت مندرجہ ذیل کلام کے ساتھ مجھے مخاطب فرمایا "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اداسی چھا جائیگی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ بعد اس کے تمہارا حادثہ آئیگا۔" (الوصیت صفحہ ۲-۳)

اس کے ساتھ حضور کی وفات کی میعاد بھی نہایت واضح طور پر بتادی گئی چنانچہ دسمبر ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا۔ کہ ایک کوری ٹنڈ میں مجھے کچھ پانی دیا گیا پانی صرف دو تین گھونٹ اس میں باقی رہ گیا ہے لیکن نہایت صاف اور مقطر پانی ہے۔ اس کے ساتھ الہام ہوا "آب زندگی" (ریویو دسمبر ۱۹۰۵ء) اس کے پورے ۲½ سال بعد حضور فوت ہوئے۔

عبد الحکیم کی ۳ سالہ پیشگوئی

جب یہ الہامات اور کشوف حضور علیہ السلام نے شائع فرمائے۔ تو ڈاکٹر عبد الحکیم پٹیالوی نے ۱۳ر جولائی ۱۹۰۶ء کو (گویا الوصیت کے تقریباً سات ماہ بعد) شائع کر دیا:-

"مرزا مسرف کذاب اور عیار ہے دخاکش بدہن) صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا۔ اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے۔" (کانا دجال صفحہ ۵۰)

حضرت مسیح موعود کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں ۱۶ر اگست ۱۹۰۶ء کو ایک اشتہار "خدا سچے کا حامی ہو" شائع فرمایا جس میں لکھا "خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ اور ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ خدا کے فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا۔ نہ دیکھا نہ جانا۔ رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّکَاذِبٍ وَاَنْتَ تَرٰی کُلَّ مُصْلِحٍ وَّصَادِقٍ۔ اے خدا تو سچے اور جھوٹے میں تمیز کر دے۔ کیونکہ تو مصلح اور سچے کو جانتا ہے"

حضور علیہ السلام کا اشتہار "خدا سچے کا حامی ہو" ایک ایسا "شہاب ثاقب" ثابت ہوا۔ جس نے عبد الحکیم کا تمام تانا بانا بکھیر دیا خدا تعالیٰ نے رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّکَاذِبٍ کے مطابق سچے اور جھوٹے میں ایسی بین تمیز کی۔ کہ جس کا انکار اہل بصیرت کے لئے ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ نے سچے اور جھوٹے کلام میں تمیز کرنے کا ایک معیار درخت کی مثال دیکر یوں بیان فرمایا ہے ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ۔ کہ پاک کلام کی مثال اس پاک درخت کی سی ہے جس کی جڑ نہایت مضبوط ہے۔ اور اس کی شاخیں آسمان تک ہیں۔ مگر مَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ ناپاک کلام کی مثال اس ناپاک درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر اکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہو۔ اور جسکو اپنی جگہ پر ثبات نہ ہو۔ معیار مندرجہ بالا کے عین مطابق عبد الحکیم مرتد اور اس کا کلام "شجرۂ خبیثہ" ثابت ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود کا اشتہار "خدا سچے کا حامی ہو" "شہاب ثاقب" ثابت ہو کر بدقسمت عبد الحکیم کے عدم قرار کا موجب ہوا۔

سہ سالہ پیشگوئی منسوخ

چنانچہ عبد الحکیم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اشتہار کے جواب میں اپنی پہلی پیشگوئی کو منسوخ قرار دیتے ہوئے لکھا:-

"اللہ نے مرزا کی شوخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں سہ سالہ میعاد میں سے جو ۱۱ر جولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہوتی تھی۔ ۱۰ر مہینے اور ۱۱ دن اور کم کر دیئے۔ اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۶ء کو الہام فرمایا کہ مرزا آج سے ۱۴ ماہ تک بسزائے موت حاویہ میں گرایا جائیگا"

(اعلان الحق صفحہ ۷)

حضرت مسیح موعود کا جواب

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۵ر نومبر ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان "تبصرہ" شائع فرمایا جس میں خدا تعالیٰ کا یہ کلام درج فرمایا۔ "اپنے دشمن سے کہدے۔ کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا۔ اور تیری عمر کو بھی بڑھاؤں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے۔ کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ر مہینہ تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی دوسرے دشمن جو پیشگوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو میں جھوٹا کر دوں گا

اس عبارت میں "بڑھاؤں گا۔" کے الفاظ خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ ان میں صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حضور کی وفات تو حضور کے اپنے الہامات کے مطابق دسمبر ۱۹۰۵ء سے تین سال تک ہی ہے۔ جیسا کہ دسمبر ۱۹۰۵ء کے رویا میں دیکھا جا چکا ہے مگر چونکہ دشمن نے اس کو چرا کر اپنی صداقت کی دلیل قرار دیا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ محض اس کو جھوٹا کرنے کی غرض سے آپ کی عمر "بڑھا دیگا۔ گویا عمر کا بڑھانا محض دشمن کو جھوٹا کرنے کی غرض سے ہے ولا غیر

چودہ ماہ والی پیشگوئی بھی منسوخ

"تبصرہ" کی اشاعت عبد الحکیم کے "اضغاث احلام" میں "مالھا قرار" کے مطابق مزید ترمیم و تنسیخ کا باعث ہوئی۔ چنانچہ اس نے ۱۶ر فروری ۱۹۰۸ء کو اس پیشگوئی کو بھی منسوخ کر دیا۔ اور لکھا۔ کہ مجھے الہام ہوا ہے "مرزا ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ تک ہلاک ہو جائے گا۔"

(اعلان الحق۔ اتمام الحجۃ مصنفہ عبد الحکیم صفحہ ۶ سطر ۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اس تازہ پیشگوئی کو "چشمہ معرفت" میں جو اس وقت زیر تصنیف تھی درج فرما کر تحریر فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ عبد الحکیم کو جھوٹا۔ ناکام و نامراد کریگا۔

۲۱ر ساون تک والی پیشگوئی بھی منسوخ

خدا تعالیٰ کے قول "مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ" کے مطابق ضرور تھا۔ کہ عبد الحکیم مرتد "کلمۂ خبیثہ" کا مصداق بن کر پھر گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا۔ چنانچہ اس نے ۲۱ر ساون سمت ۱۹۶۵ (۴ر اگست ۱۹۰۸ء) تک والی پیشگوئی کو بھی منسوخ کر دیا۔ چنانچہ ہر مئی ۱۹۰۸ء کے مکتوب میں لکھتا ہے۔ مرزا قادیانی کے متعلق میرے جدید الہامات شائع کر کے ممنون فرمائیں۔

(۱) مرزا ۲۱ر ساون سمت ۱۹۶۵ (۴ر اگست ۱۹۰۸ء) کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

(۲) مرزا کے کنبہ میں سے ایک معرکۃ الآرا عورت مر جائے گی۔

(اہلحدیث ۱۵ر مئی ۱۹۰۸ء و پیسہ اخبار لاہور ۱۵ر مئی ۱۹۰۸ء)

اس عبارت میں عبد الحکیم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

وفات کے دن کی تعیین کر دی۔ اور اس کے لئے ۴ اگست ۱۹۰۸ء کا دن مقرر کر دیا۔ حضور علیہ السلام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔ اور ۲۷ کو حضور علیہ السلام کا جنازہ لاہور سے قادیان لایا گیا۔ اس سے حضور کے مندرجہ ذیل الہامات پورے ہوئے۔ جو حضور نے قبل از وفات شائع فرما دیئے تھے۔ (۱) "خدا کے مقبولوں ... پر کوئی غالب نہیں آ سکتا" (۲) "ربّ فرق بین صادق وکاذب" (خدا سچے کا حامی ہو) (۳) عبدالحکیم وغیرہ دشمنوں کے متعلق جو حضور کی موت کی پیشگوئیاں کرتے تھے) "اُن سب کو میں جھوٹا کر دوں گا" (تبصرہ) (۴) ۲۰ فروری ۱۹۰۸ء "افسوسناک خبر آئی ہے۔ انتقال ذہن لاہور کی طرف ہوا ہے" ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لاتے ہیں۔ (۵) ۲۷ کو ایک واقعہ ہمارے متعلق "اللہ خیر و ابقیٰ"۔ (ریویو جلد ۳ و ریویو دسمبر ۱۹۰۶ء) (۶) ۷ مارچ ۱۹۰۸ء "ماتم کدہ" اس کے بر [illegible] آ تا ہی۔

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات حضور علیہ السلام کے اپنے الہامات کے عین مطابق واقع ہوئی۔ اور اس سے حضور علیہ السلام کا منجانب اللہ ہونا اظہر من الشمس ہوا۔ مگر اس کے بالمقابل عبدالحکیم اپنی کسی بات پر برقرار نہ رہا۔ اور آخر کار اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار کر اپنے جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔ ع

وقد بانت ضلالۃ ولو القوا المعاذیرا

"کو" اور "تک" کا جھگڑا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جب عبدالحکیم کا کذب ظاہر ہو گیا۔ تو اس کو دوستوں، دشمنوں نے شرمندہ کیا۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ نے صاف لکھ دیا۔ "ہم خدا لگتی کہنے سے رک نہیں سکتے۔ کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی چودہ ماہ کی پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے کیا ... تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا۔ جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ڈاکٹر صاحب۔ کے اس الہام پر چسپاں ہو کیا ہے کہ اگر "۲۱ ساون کو" کی بجائے "۲۱ ساون تک" ہوتا۔ تو خوب ہوتا"۔ (اہلحدیث ۱۲ جون ۱۹۰۸ء) اس ندامت کو مٹانے کے لئے ڈاکٹر مذکور نے لکھا۔ "کو" والا الہام غلطی سے لکھا گیا تھا۔ دراصل الہام میں "تک" ہی کا لفظ تھا۔ چنانچہ غیر احمدی مولوی اسی کی کاسہ لیسی کر کے "کو" کی بجائے "تک" پر زور دیکر "کو" کو چھپانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ مگر ہمارے پاس اس امر کی تائید کے لئے بیسیوں دلائل ہیں۔ کہ عبدالحکیم نے "۴ اگست تک" والی پیشگوئی (مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۰۸ء) کو منسوخ کیا۔ اور اس کی بجائے "کو" والی نئی پیشگوئی شائع کی۔ اختصار کے طور پر دو باتیں لکھتا ہوں۔

عبدالحکیم کا اپنا اقرار

(۱) عبدالحکیم نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ "۴ اگست تک والی پیشگوئی بھی منسوخ کی گئی"۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں "کسی طرح مرزا کی بیباکی اور شوخی میں کمی نہ ہوئی۔ اور مرزائیوں کا کفر اور ارتداد حد سے بڑھتا گیا۔ جس کی تفصیل کانا دجال وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوگی۔ ایک موقعہ پر بے اختیار میرے منہ سے یہ بددعا نکلی "اے خدا! اس ظالم کو جلد غارت کر۔ اے خدا! اس بدمعاش کو جلد غارت کر"۔ اس لئے ۴ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ تک کی میعاد بھی منسوخ کی گئی"۔ (دیکھو رسالہ اعلان الحق۔ اتمام الحجۃ مؤلفہ عبدالحکیم طبع ثانی صفحہ ۹)

(۲) ۱۶ فروری اور ۸ مئی والے الہامات میں بڑا فرق ہے عبدالحکیم نے خود ۸ مئی والے کو "جدیدہ" قرار دیا ہے۔ چنانچہ "تک" والے الہام میں "مرض مہلک میں مبتلا ہو کر" کے الفاظ نہیں ہیں۔ نیز "ایک معرکۃ الآراء عورت" کی موت بھی ۱۶ فروری ("تک") والے الہام میں مذکور نہیں۔ اور عبدالحکیم نے خود تسلیم کیا ہے۔ کہ "معرکۃ الآراء عورت" والا الہام ۸ مئی یعنی اسی دن کا ہے۔ جس دن اس نے اس الہام کو بغرض اشاعت روانہ کیا (دیکھو رسالہ اعلان الحق وغیرہ طبع ثانی صفحہ ۸ آخری سطر) اسی طرح عبدالحکیم نے خود اقرار کیا ہے۔ کہ "مرزا ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ کو" والا الہام مئی ۱۹۰۸ء کے شروع میں ہوا اور "تک" والا الہام ۱۶ فروری کا ہے۔ (دیکھو اعلان الحق وغیرہ طبع ثانی صفحہ ۳۲)

غرضیکہ عبدالحکیم نے اس بات کا اقرار کیا۔ کہ "۴ اگست تک" والا الہام بھی منسوخ کر دیا گیا تھا۔ اور یہ یقینی اور قطعی امر ہے۔ کہ "تک" والے الہام کے بعد اس کی طرف سے "۴ اگست کو" کے سوا اور کوئی پیشگوئی شائع نہیں ہوئی۔ پس عبدالحکیم کا جھوٹا ہونا اظہر من الشمس ہے۔ امید ہے۔ کہ عبدالحکیم کا اپنا اقرار پڑھ کر غیر احمدی مولوی صاحبان کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہوگا۔ اور آئندہ وہ "کو" اور "تک" کا قضیہ پیش کر کے اخفائے حق کے قبیح فعل کے مرتکب نہ ہونگے۔ وما علینا الا البلاغ۔

(خاکسار: ملک عبدالرحمٰن خادم بی۔ اے گجراتی)

جماعت احمدیہ راولپنڈی کے کارکن

جنرل سکرٹری	چودھری مختار احمد صاحب بی۔ اے۔
فنانشل سکرٹری	بابو محمد سعید صاحب۔
سکرٹری امور عامہ خارجہ	بابو ظہیر احمد صاحب۔
سکرٹری تعلیم و تربیت	مخدوم محمد ایوب صاحب
سکرٹری وصایا	ڈاکٹر نذیر احمد صاحب۔

(ناظر اعلیٰ)

"آریہ ویر" کے سوال کا جواب

الفضل ۱۹ اپریل میں جو مضمون آریہ ویر کے جواب میں شائع ہوا ہے۔ اس کے متعلق کندہ ناتراش ایڈیٹر آریہ ویر اپنی دیانت کی تہذیب استعمال کرتا ہوا ایڈیٹر الفضل کے متعلق لکھتا ہے۔

"اس کے بدبخت ایڈیٹر سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر پنڈت لیکھرام جی کے متعلق ایسی باتیں ہوتیں۔ تو ان کی شہادت کے بعد ہی قادیانی بھکڑوں کو اس کے اظہار کا کیوں حوصلہ نہ ہوا۔ ..... اگر اس قسم کی کوئی بات ہوتی۔ تو کیا مرزا غلام احمد اس کا ذکر نہ کرتا"۔ (آریہ ویر ۹ مئی ۱۹۳۱ء)

مہاشہ جی کو معلوم ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اسی وقت جب لیکھرام قتل ہوا تھا۔ ایسی باتوں کا ذکر کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے لکھا تھا۔

"پیسہ اخبار اور سفیر گورنمنٹ میں لکھا ہے۔ کہ لیکھرام کا ایک عورت سے ناجائز تعلق تھا۔ یعنی وہ اس عورت کے کسی وارث کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ کیسی ذلت کی موت ہے۔ اور اگر اسی کا نام شہادت ہے۔ تو گویا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ وہ کسی عورت کی نگاہ کی چھری سے شہید ہو چکا تھا۔ آخر وہی چھری قہری صورت پر اس کو لگ گئی"۔

(سراج منیر صفحہ ۳۱)

جب بموجب بیان پیسہ اخبار زیادہ مشہور روایت یہی ہے۔ کہ واردات قتل کا موجب کوئی ناجائز تعلق تھا۔ تو کیوں اس طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اور کیوں ایسے ہندوؤں کے بیان نہیں لئے جاتے۔ جن کے منہ سے یہ باتیں نکلیں۔

کیا مہاشہ مہرچند اس حوالہ کو دیکھ کر جو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ یہ لکھنے کی بجائے کہ "اگر اس قسم کی کوئی بات ہوتی۔ تو کیا مرزا غلام احمد اس کا ذکر نہ کرتا"۔ یوں تحریر کیا کریگا۔ کہ چونکہ مرزا صاحب نے یہ واقعہ اسیوقت لکھ دیا تھا۔ اسلئے اس کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا؟

مہاشہ مہرچند نے اپنے مضمون میں احمدیوں کو "آٹے دال کا بھاؤ" بتانے کی دھمکی دی ہے۔ معلوم نہیں آریہ اسوقت تک جس شرافت اور تہذیب کا ثبوت پیش کر چکے ہیں۔ اس سے بڑھ کر وہ اور کیا کرینگے۔ ہم بدزبانی اور بدگوئی میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ اگر ان میں ہمت ہو۔ تو انسانیت اور معقولیت کے ساتھ جس مسئلہ پر چاہیں مقابلہ کر لیں۔ میں یہاں تک ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ بانی آریہ سماج نہ صرف ویدوں کا مخالف بلکہ ان کا سخت دشمن تھا۔ کیا آریوں میں ہمت

تحقیق الادیان

الوہیت مسیح کا بُطلان

عیسائیوں کا عقیدہ

عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ یسوع مسیح اگرچہ عام انسانوں کی شکل اختیار کئے ہوئے دنیا میں آئے۔ مگر حقیقت میں وہ اُلوہیت کی شان رکھتے تھے۔ ابن اللہ تھے۔ روح اللہ تھے۔ کلمۃ اللہ تھے۔ بلکہ خود خدا تھے۔ جو شخص ان کی خدائی پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ باپ خدا اور روح القدس خدا کی الوہیت کا بھی منکر سمجھا جائے گا۔ آخرت کے دن عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور اس سے بڑی سختی سے بازپرس کی جائیگی۔

عیسائی یسوع کو ابن اللہ ثابت کریں

جس طرح ہر مذہب والوں کا حق ہے۔ کہ وہ جو عقیدہ چاہیں رکھیں۔ اسی طرح عیسائیوں کا بھی حق ہے۔ کہ وہ یسوع مسیح کو جو چاہیں قرار دیں۔ انہیں خدا مانیں یا رسول۔ مگر ایک بات ہے جس سے انہیں انکار نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ کہ جس ہستی کو کسی منصب کا حقدار قرار دیا جائے۔ اس کے متعلق یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے۔ کہ وہ ان صفات سے متصف ہے۔ جو اس منصب کیلئے ضروری ہیں۔ اگر کوئی شخص زید کو رسول کہے۔ مگر رسولوں والی صفات اس میں نہ دکھا سکے۔ یا ولی اللہ کہے۔ مگر اولیاء والی شان اس میں نظر نہ آئے تو کوئی اس کی بات کو قابل توجہ نہ سمجھیگا۔ بعینہٖ اسی طرح عیسائی بیشک حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیں یا خدا سمجھیں لیکن وہ ہمیں یہ ثابت کرکے دکھائیں۔ کہ خدا کی جو جو صفات ہیں۔ وہ تمام یسوع مسیح میں پائی جاتی ہیں۔ اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ خدا بیٹے کا محتاج ہے۔ تو قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین کے مطابق ہر مومن جو اپنے پہلو میں سچائی کی تڑپ رکھتا ہے۔ یسوع مسیح کو ابن اللہ تسلیم کر لیگا۔ لیکن اگر بخلاف اس کے یہ ثابت نہ ہو۔ تو عیسائیوں کا فرض ہے۔ وہ اس عقیدہ سے دست بردار ہو جائیں۔

اِس وقت بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم چند ایسے ہی ثبوت بہم پہنچانا چاہتے ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا یسوع مسیح کو خدا کہنا سراسر ناروا ہے۔ ان میں خدا ہونے کی قطعًا کوئی صفت نہ پائی جاتی تھی۔

یسوع مسیح کا اعتراف عجز

خدا کی ایک بہت بڑی صفت یہ ہے۔ کہ وہ القیوم ہے یعنی عالم کا نگہبان ہے۔ اور دوسروں کو جہاں چاہے۔ قائم کرتا ہے کسی کو تخت شاہی پر بٹھاتا ہے۔ اور کسی کو فرشِ زمین پر یہ اس کے کامل الاختیار ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ مگر یہ صفت حضرت مسیح میں نظر نہیں آتی۔ وہ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں۔

"اپنے داہنے بائیں کسی کو بٹھا دینا میرا کام نہیں۔" (متی ۲۰/۲۳)

اِن الفاظ میں اس بات کا صریح اقرار موجود ہے۔ کہ میرا یہ اختیار نہیں کہ میں کسی کو کوئی درجہ دے سکوں۔ بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے قبضہ و تصرف میں ہے اور وہی مالک ہے۔"

نیک نہ ہونے کا اقرار

پھر خدا کی ایک صفت یہ ہے۔ کہ وہ قدوس ہے یعنی پاک ہے۔ اور ہر نقص اور عیب سے منزہ۔ اُس بلند تر ہستی کی طرف کوئی عیب یا نقص منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یسوع مسیح کے متعلق آتا ہے۔

"کسی سردار نے اس سے یہ سوال کیا۔ کہ اے نیک استاد میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ یسوع نے اس سے کہا۔ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" (لوقا ۱۸/۱۹) گویا نیک کہلانے کے مستحق بھی یسوع مسیح اپنے آپ کو نہ سمجھتے تھے۔ اگر اس کا نام انکساری رکھا جائے۔ تو بھی اس سے اتنا تو ثابت ہے۔ کہ وہ اپنی کمزوریوں پر آگاہ تھے۔ پس جب آپ کا نیک کہلانے سے بھی انکار ہے۔ تو شانِ قدوسیت تو اس سے بہت بلند ہے۔ وہ آپ کب اپنے لئے پسند کر سکتے تھے۔

یسوع مسیح سو گیا

اسی طرح خدا کی ایک اور صفت یہ ہے۔ کہ اسے نیند اور اونگھ نہیں آتی۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں لا تاخذہ سنۃ ولا نوم فرما کر یہ حقیقت واضح کرتا ہے۔ اور عقلًا بھی خدا کو نیند یا اونگھ نہیں آنی چاہیئے۔ کیونکہ نیند کی ہمیشہ اسے ضرورت محسوس ہوتی ہے جسے کوفت لاحق ہو۔ اور جو تازہ دم ہونے کے لئے اور پہلے کام کی تھکاوٹ دور کرنے اور نئے کام کی ہمت پیدا کرنے کے لئے سونے کا محتاج ہو۔ لیکن خدا ایسی ذات نہیں جو تھک جائے۔ یا اسے ضرورت محسوس ہو۔ کہ وہ تازہ دم ہو۔ بلکہ وہ لیس کمثلہ شیئ کا مصداق ہے۔ اس کی طرف تھکاوٹ منسوب کرنا الٰہی شان کی ہتک کرنا ہے۔ لیکن اناجیل میں صاف لکھا ہے۔

"ایک دِن ایسا ہوا۔ کہ وہ اور اس کے شاگرد کشتی پر چڑھے اور اس نے ان سے کہا۔ کہ آؤ جھیل کے پار چلیں۔ پس وہ روانہ ہوئے۔ مگر جب کشتی چلی جاتی تھی۔ تو وہ سو گیا۔ اور جھیل پر بڑی آندھی آئی۔ اور کشتی پانی سے بھری جاتی تھی۔ اور وہ خطرے میں تھے۔ انہوں نے پاس آکر اسے جگایا۔ اور کہا کہ صاحب صاحب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔" (لوقا ۸/۲۲)

غور فرمائیے۔ یسوع مسیح سو جائے۔ اور اتنی گہری نیند سوئے۔ کہ جھیل کی موجیں اور تھپیڑے بھی اسے نہ جگا سکیں۔ حتیٰ کہ کشتی میں پانی بھر آئے۔ مگر وہ پھر بھی سویا رہے۔ آخر دوسروں کو جگانا پڑے اور کہنا پڑے۔ کہ "صاحب صاحب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں"۔ کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ اِس قدر گہری نیند سونے والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خدا تھا۔ یقینًا خدا کی شان سے بعید ہے۔ کہ وہ سوئے پس صاف ظاہر ہے۔ کہ یسوع مسیح قطعًا خدا نہیں تھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اور بہت سی صفات ہیں۔ جو یسوع مسیح میں ہرگز نظر نہیں آتیں۔ پس جب ان میں الوہیت کی صفات نہیں پائی جاتیں۔ تو انہیں خدا کہنا بھی سخت غلطی ہے۔

کیا یسوع مسیح خالق تھے

عیسائیوں کے اس عقیدہ پر یہ بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یسوع مسیح خدا ہیں۔ تو ان کی خالقیت کا ثبوت ہونا چاہیئے۔ اور بتلایا جائے۔ کہ فلاں حصہ کو باپ خدا نے پیدا کیا۔ اور فلاں حصہ ابن خدا نے بنایا۔ یونہی خدا کہدینے سے کوئی کس طرح مان سکتا ہے۔ پس یسوع مسیح میں نہ خالقیت کی صفت ہے۔ نہ قدوسیت کی۔ نہ قدرت کی نہ عالم الغیب ہونے کی۔ اور نہ احتیاجات سے ارفع ہونے کی۔ برخلاف اس کے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اور ایک عرصہ تک اپنی والدہ کی پرورش کے بعد اس قابل ہوئے۔ کہ دنیا میں زندہ رہ سکیں۔ پھر ساری عمر دوسروں کی امداد کے محتاج رہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہتے رہے۔ کہ لومڑیوں کے بھٹ ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کے لئے سر چھپانے کی بھی جگہ نہیں۔ تو انہیں خدا کہنا انتہا درجہ کی غلطی ہے۔

یسوع مسیح کا اپنا بیان

اناجیل سے یہ بھی ظاہر ہے۔ ایک دفعہ یہودی یسوع مسیح کو سنگسار کرنے لگے۔ آپ نے دریافت فرمایا "کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو"۔ یہودیوں نے جواب دیا۔ "اچھے کام کے سبب نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں۔ اور اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے"۔ اگر فی الحقیقت یسوع مسیح کو خدائی کا دعویٰ ہوتا۔ تو وہ علیٰ رؤس الاشہاد کہتے۔ کہ ہاں میں یہی دعویٰ رکھتا ہوں تم جو چاہو کرو۔ مگر انہوں نے اس قول کو تسلیم نہیں فرمایا۔ بلکہ رد کرتے ہوئے کہا "کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا۔ کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جبکہ اس نے انہیں خدا کہا۔ جن کے پاس خدا کا کلام آیا"۔ (یوحنا ۱۰/۳۴)

ان الفاظ میں یسوع مسیح نے یہودیوں کو یہ جواب دیا۔ کہ میں نے اگر اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں کہی۔ تمہاری کتاب مقدس میں ان لوگوں کو "خدا کا بیٹا" نہیں۔ بلکہ خدا کہا گیا ہے۔ جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ پس اگر وہ لوگ جو صرف خدا کا پیغام سننے والے تھے۔ کتاب مقدس کی اصطلاح کی رو سے خدا کہلا سکتے ہیں۔ تو میں جو خدا کا نبی اور رسول ہوں۔ کیوں اسی لحاظ سے خدا کا بیٹا نہیں کہلا سکتا۔

اِس بیان میں یسوع مسیح نے زبور ۸۲/۶ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جہاں آتا ہے "میں نے تو کہا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو پر تم بشر کی طرح مرو گے"۔

یسوع مسیح نے اس طرف اشارہ کرکے یہودیوں کو بتایا۔ کہ جس رنگ میں مجھ سے پہلے بہت سے لوگ خدا اور خدا کے بیٹے قرار دیئے جا چکے ہیں۔

تاریخ اسلام

سابقین الاولین

حضرت خدیجہؓ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت جب تبلیغ اسلام شروع کی۔ اور اپنا دعویٰ نبوت ورسالت پیش کیا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں

حضرت ابوبکرؓ

پھر مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ بعض کے نزدیک حضرت علی پہلے ایمان لانے والے ہیں بعض زید بن حارثہ بتاتے ہیں۔ لیکن یہ اختلاف ایسا ہیں۔ جو حل نہ ہوسکے۔ ہمارے نزدیک اس کا یہ حل بالکل درست ہے۔ کہ آزاد بالغ مردوں میں سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اور آزاد نوجوانوں میں سے حضرت علی نے اور آزاد کردہ غلاموں میں سے زید بن حارثہ نے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ۳۸ سال کی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو اڑھائی سال چھوٹے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دولتمند۔ ماہر انساب اور صاحب الرائے اور فیاض انسان تھے۔ عفیف پارسا۔ اور صدق و دیانت میں مشہور تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔ جب وہ ایمان لائے۔ تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ اپنے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مکہ میں ان کا عام اثر تھا۔ اور معززین شہر ان سے ہر اہم امر میں مشورہ لیتے تھے۔ معتبر راویوں کا بیان ہے۔ کہ کبار صحابہ میں سے حضرت عثمانؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ۔ حضرت سعد بن وقاصؓ۔ حضرت طلحہؓ سب انہی کی ترغیب اور تحریک سے اسلام لائے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں ایسا اہم اضافہ ہوا۔ جس کا مخالفین میں چرچا ہوگیا۔ اور وہ مخالفت پر تل گئے۔

حضرت عثمانؓ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام قبول کرنے والے جن اصحاب کا نام اوپر آچکا ہے۔ وہ نہایت جلیل القدر اور عالی مرتبہ ثابت ہوئے۔ ان میں سے ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ جو خاندان بنوامیہ میں سے تھے۔ اس وقت ان کی عمر تیس سال کے قریب تھی صوفی مزاج تھے۔ اسلام سے پہلے شراب چھوڑ چکے تھے

حضرت عبدالرحمن بن عوف

دوسرے عبدالرحمن بن عوف تھے جو خاندان بنو زہرہ سے تھے۔ اسی خاندان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ تھیں۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے حضرت عثمان کی خلافت میں جو عقدہ پیش آگیا تھا وہ انہی کی ناخن تدبیر سے کھلا تھا

سعد بن وقاص

تیسرے سعد بن ابی وقاص تھے۔ جو اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ ان کی عمر بمشکل ۲۰ سال کی ہوگی۔ یہ بھی بنو زہرہ کے خاندان سے تھے۔ نہایت دلیر اور بہادر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عراق انہی کے ذریعہ فتح ہوا۔

زبیر بن العوام

چوتھے زبیر بن العوام تھے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔ نوجوانی کی عمر میں ہی انہوں نے بھی اسلام قبول کیا

طلحہ بن عبیداللہ

پانچویں طلحہ بن عبیداللہ تھے۔ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان بنو تیم میں سے تھے۔ اور بالکل نوجوان تھے

یہ پانچوں اصحاب عشرہ مبشرہ میں داخل تھے۔ جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر اپنی زبان مبارک سے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

ان کے علاوہ جو لوگ شروع شروع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ ان میں سے چند ایک مشہور صحابہ کے نام حسب ذیل ہیں

ابوعبیدہ

ابوعبیدۃ الجراح ایک بڑے جری اور بہادر انسان تھے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں شام کا علاقہ انہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ نہایت نیک اور صوفی مزاج انسان تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں ان کی اس قدر قدر و منزلت تھی۔ کہ ایک دفعہ فرمایا۔ "ہر ایک امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اور اے مسلمانو تمہاری امت کا امین ابوعبیدہ ہے۔" جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کا سوال پیش آیا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ اور ان کی طرف اشارہ کرکے مسلمانوں سے کہا۔ کہ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ ابوعبیدہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وبائے طاعون سے شہید ہوئے۔

جعفر بن ابی طالب

یہ حضرت علیؓ کے بھائی تھے۔ نہایت مخلص اور دلیر انسان تھے۔ مورخین نے ان کے متعلق لکھا ہے۔ خلق اور خُلق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ تھے۔

عبداللہ اور عبیداللہ

یہ دونو جحش کے بیٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ حضرت زینب بنت جحش انہی کی بہن تھیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ اور جنہیں بخشش اور سخاوت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے لمبے ہاتھوں والی کا خطاب ملا۔ اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ازواج النبی میں سے سب سے پہلے فوت ہوئیں

عبیداللہ ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں ہی بت پرستی ترک کر دی تھی۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تعلیم پیش کی۔ تو مسلمان ہوگیا۔ لیکن ہجرت کرکے حبشہ جانے پر ایسی ٹھوکر لگی۔ کہ عیسائی بن گیا۔ اور اسی حالت میں مرگیا۔ اس کی بیوہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آئیں۔

عبداللہ بن مسعود

یہ قبیلہ ھذیل میں سے تھے۔ غربت کی وجہ سے عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آگئے۔ اور بڑے عالم و فاضل بن گئے۔ فقہ حنفی کی بنیاد انہی کے اقوال و اجتہادات پر ہے۔

بلالؓ

یہ ایک حبشی تھے۔ اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جو آزاد ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آرہے۔ زمانہ نبوی میں اذان کہنے کا کام ان کے سپرد تھا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ان پر ایسا اثر ہوا۔ کہ پھر اذان کہنی چھوڑ دی۔ جب شام فتح ہوا۔ تو حضرت عمرؓ کے اصرار پر ایک دفعہ انہوں اذان کہی۔ جس سے شام سننے والوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا۔ وہ خود حضرت عمرؓ اور صحابہ اتنے روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ جب بلال فوت ہوئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آج مسلمانوں کا سردار گزر گیا۔

یہ اور چند اور لوگ تھے۔ جو ابتدائی تین چار سال کے عرصہ میں اسلام لائے۔ مگر ان میں سے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ جو قریش میں اثر رکھتا۔

مراسلات

سیّد فدا حسین صاحب اپنی پوزیشن صاف کریں

اخبار شیعہ مورخہ یکم مئی ۱۹۳۱ء میں کسی شخص سید فدا حسین صاحب کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے بخیال خود تمام "فرقِ اسلام" کی طرف سے احمدیوں کو دعوت مناظرہ دی ہے۔ ہمیں معلوم نہیں۔ سید فدا حسین صاحب ایسے گمنام و نشان انسان نے کس طرح "فرقِ اسلام" کی وکالت حاصل کر لی ہے۔ بلکہ یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ وہ خود کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنی سوسائٹی میں انکی کیا پوزیشن ہے۔ لہذا ہم ان سے یہ درخواست کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ اپنی پوزیشن کو ذرا واضح کریں۔ یعنی ثبوت پیش کریں۔ کہ انہوں نے احمدیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تمام فرق اسلامیہ سے مختار نامہ حاصل کر لیا ہے۔ یا کم از کم ان کا کیا کرایا خود ان کے ہمخیال اور ہم عقیدہ لوگوں میں قابل قبول ہے۔ جبتک وہ اس قسم کا ثبوت پیش نہ کریں۔ ہم انہیں قابل خطاب نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ اسی طرح اس سے پیشتر ایک موقعہ پر مرزا احمد علی صاحب شیعہ نے گنج (لاہور) میں دوسرے فرقوں کی طرف سے مناظرہ کرنے کا اعلان تو کر دیا۔ لیکن جب ان سے مختار نامہ کا مطالبہ کیا گیا۔ تو انہیں ذلت اور ندامت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ آجتک ہمارے اس مطالبہ کو پورا نہیں کر سکے۔ اور کر بھی کیسے سکتے تھے۔ جب کہ دوسرے فرق اسلام اعتقادً شیعوں کے اور شیعہ دوسرے فرق اسلام کے سخت مخالف ہیں۔ ملاحظہ ہو فتوٰی شمس العلماء علی الحائری شیعہ مجتہد پنجاب لاہور حصہ ششم صفحہ ۱۹)

باقی رہا معاملہ موضوعاتِ مناظرہ کا ہمیں سید فدا حسین صاحب کے پیش کردہ سب موضوعات منظور ہیں۔ مگر اسقدر گزارش ضروری ہے کہ فریقین کے مسلمات میں سے مساوی تعداد میں موضوع مقرر ہونے چاہئیں۔ مثلاً اگر مسئلہ وفات مسیح۔ امکان نبوت اور صداقت مسیح موعود (حضرت مرزا صاحبؑ) کا ثبوت احمدیوں کے ذمہ ہو۔ تو اس کے بالمقابل حضرت علی رضؓ کی خلافت بلا فصل۔ تقیہ۔ اور رجعت کا ثبوت شیعہ صاحبان کے ذمہ ہونا چاہیئے۔

حکم مقرر کرنیکی تجویز متعلق افسوس ہے۔ کہ ہمیں آپکے ساتھ اتفاق نہیں۔ کیونکہ اول تو عقائد کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے کو حکم بنانا ارشاد الٰہی کے خلاف ہے۔ (ملاحظہ ہو قرآن کریم پارہ ۸۔ رکوع ۱)۔ دوسرے خود شیعہ حضرات جس بزرگ کو اپنا امام اور مقتدا مانتے ہیں۔ انہوں نے بھی حکم کے تقرر کو تسلیم نہیں کیا۔ مقام مناظرہ ہمیں بھی لاہور ہی منظور ہے۔ اور جگہ وغیرہ کا انتظام انشاء اللہ موضع گنج (متصل لاہور) میں بخوبی ہو سکتا ہے۔ اور گورنمنٹ کی اجازت فریقین باہم ملکر حاصل کر سکتے ہیں۔

جواب باصواب کا منتظر خاکسار رحمت اللہ جنرل سکرٹری جماعت احمدیہ گنج۔ (متصل لاہور)

آل انڈیا مسلم لیگ کیوں خاموش ہے؟

مسلمان رہنماؤں سے مخلصانہ درخواست

(از مولوی محمد یعقوب صاحب ایم۔ ایل۔ اے مراد آباد)

آہ یہ ضبطِ فغاں غفلت کی خاموشی نہیں
آگہی ہے یہ دلاسائی فراموشی نہیں

ایڈیٹر صاحب "ملت" دریافت کرتے ہیں۔ کہ مسلم لیگ خاموش کیوں ہے؟ بعض اور دوستوں نے بھی مجھ سے اسی قسم کے سوالات کئے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ بذریعہ پریس میں اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کر دوں۔ اگر خاموشی کا اعتراض میری ذات تک محدود ہوتا۔ تو میں صرف اسقدر کہنے پر اکتفا کرتا۔ کہ "خاموشی معنیٰ دارد کہ بگفتن نمی آید"۔ لیکن بحیثیت سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کے غالباً یہ مختصر جواب کافی نہ ہوگا۔ اس لئے باوجود اختصار کو مدنظر رکھنے کے کسیقدر تفصیل کی ضرورت ہوگی۔

یہ خیال کہ آل انڈیا مسلم لیگ خاموش ہے۔ فی الواقعہ درست نہیں ہے۔ گزشتہ فروری اور مارچ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے دو اہم جلسے بمقام دہلی منعقد کئے گئے جنمیں تمام اہم مسائل حاضرہ پر مسلم لیگ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اس کے بعد کوئی جدید مسئلہ ایسا رونما نہیں ہوا۔ جس کے واسطے مسلم لیگ کو کوئی خاص جلسہ کرنے کی ضرورت ہوتی۔ البتہ روزمرہ کی ہنگامہ آرائی اور بزم گستری کو مسلم لیگ پسند نہیں کرتی اس قسم کے غیر ضروری جوش سے میں دیکھتا ہوں۔ کہ قوم کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچ رہا ہے۔ اسوقت جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ مسلمانوں کا باہم اتحاد اور اتفاق پیدا کرنا ہے لیکن افسوس کے ساتھ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس روزمرہ کی بزم آرائی اور ہنگامہ آفرینی کی وجہ سے ہمارے آپس میں نہ صرف اختلاف آراء بلکہ مخالفت بڑھتی جاتی ہے۔ ہر شہر میں مسلمانوں کی دو دو جماعتیں قائم ہو رہی ہیں۔ جلسوں میں کشیدگی کی باہمی نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ الہ آباد میں ایک جلسہ میں پولیس کی مداخلت کی نوبت آگئی۔ یہ واقعات مسلمانوں کے واسطے نہایت ہی شرمناک اور مہلک ہیں۔ عوام الناس میں جلسے جا ہیجان پیدا کرنے اور جوش پھیلانے کا نتیجہ سوائے مفسدہ پردازی اور خانہ جنگی کے کیا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ آئے دن کے غیر ضروری جلسے ذریعہ خود نمائی پیدا کرنے کے واسطے منعقد نہ کئے جاتے۔ تو غالباً مسلمانوں کی حالت اسقدر ابتر نہ ہوتی۔ جیسی کہ آج ہے۔ مسلم لیگ ہمیشہ سے سنجیدگی اور خودداری کے ساتھ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت اور نگہداشت کرتی ہے۔ اور وہ کوئی فرقہ وارانہ جماعت نہیں ہے۔ بلکہ تمام مسلمانان ہند کی سیاسی انجمن ہے۔ جس کے اراکین میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے اکابر ملت داخل ہیں۔ مسلم لیگ ضرورت کے وقت اپنے جلسے کرتی ہے۔ اور اس کے خیال میں مسلمانوں کی فلاح اور بہبود اس پر نہیں ہے کہ ؎

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

انگریزوں کی ایک مثل ہے۔ کہ حمقا ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔ یہ مثل بدقسمتی سے آج صادق آرہی ہے۔ کاش ہمارے اکابر قوم چندے سکون اور سنجیدگی اختیار فرماتے۔ اور غریب مسلمانوں کو کچھ عرصہ کے واسطے اپنی پاسبانی سے آزاد فرما دیتے ؎

اور کوئی طلب ابنائے زمانہ سے نہیں
مجھ پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

اعلان مُشاعرہ

ارادہ ہے۔ کہ جناب قاضی محمد علی صاحب رضؓ کی یاد میں ایک مشاعرہ کیا جائے۔ جس کے لئے یہ مناسب سمجھا گیا ہے۔ کہ اس میں شمولیت کا دائرہ صرف شعرائے قادیان تک محدود نہ رکھیں۔ بلکہ الفضل اور فاروق کے ذریعہ اعلان کر دیں۔ کہ ؎

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

اس مشاعرہ کی اجازت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے لی گئی ہے۔ حضور نے منظوری کی اجازت دیتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی ہے۔ کہ نظمیں مرثیہ کے رنگ میں نہ ہوں کیونکہ اس سے قوم کی سپرٹ ماری جاتی ہے۔ مضمون ایسے ہوں کہ جن سے قربانی۔ بہادری اور غیرت کا جذبہ پیدا ہو۔

امید ہے۔ کہ فنِ لطیف کا مذاق رکھنے والے احباب اس مشاعرہ کو بارونق اور کامیاب بنانے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

کوئی مصرعۂ طرح مقرر نہیں۔ مشاعرہ بروز جمعہ (پانچ جون) ہوگا۔ احباب اپنی نظمیں یکم جون سے پہلے ارسال فرمائیں۔ نظمیں ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں :-

محمد صادق قریشی شبنم۔ سرحدی۔ قادیان (ضلع گورداسپور)

درس قرآن مجید

خاکسار بعد نماز فجر بوقت صبح پاکپتن میں ایک رکوع قرآن مجید کا درس دیا کرتا ہے۔ مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۳۱ء کو دوسرا دور درس مذکور کا ختم ہو گیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس کے دوسرے دن سے تیسرا دور شروع کر دیا گیا ہے۔ [illegible] غلام احمد [illegible] جماعت احمدیہ پاکپتن

وصیتیں

وصیت ۳۳۴۶

میں عائشہ بی بی بیوہ احمد خان افغان ساکن تادوں تحصیل ہمیر پور ضلع کانگڑہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۳۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میرے پاس زیورات اور سامان خانہ داری مل ملاکر یکصد روپیہ کی قیمت کے ہیں۔ میں اپنی جائداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں میں یہ بھی لکھدیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد اس جائداد کے علاوہ کوئی مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط کاتب الحروف دیانت خان

العبد نشان انگوٹھا عائشہ بی بی گواہ شد۔ دیانت خان قادیان۔ گواہ شد محمد رمضان باردوگر قادیان

وصیت ۳۳۶۳

میں شیخ محمود الحسن ولد شیخ احمد حسین صاحب قوم شیخ ساکن دہلی بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۳۱ ۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ میری ماہوار آمد ۳۵ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد: محمود الحسن ڈسپنسر کمبائنڈ ہوسٹل دہلی۔

گواہ شد: عبد المجید سیکرٹری تبلیغ دہلی۔

گواہ شد: غلام حسین احمدی دہلی

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— اخبار ہندوستان ٹائمز کا نامہ نگار شملہ سے رقمطراز ہے۔ کہ لیڈی ولنگڈن نے گزشتہ یکشنبہ کو وائسریگل لاج میں مسز کستوار بائی سے گاندھی جی کی خوراک کے متعلق سوال کیا۔ مسز موصوفہ نے جواب دیا۔ گاندھی جی صرف کھجوروں اور دودھ پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ وائسرائن نے مسز کستورا بائی گاندھی کے کھدر کے کپڑوں کی تعریف کی۔ اور کہا۔ نہ اگر مجھے ایسا کھدر مل جائے۔ جس کا رنگ بھی اچھا ہو۔ تو میں پہننے کو طیار ہوں ؁

—— امرت سر۔ ۱۹ مئی۔ ڈسٹرکٹ سولجر بورڈ نے اپنے ایک اجلاس میں اس مفہوم کی ایک قرارداد منظور کی ہے کہ ہندوستانی فوج میں بہادری اور دلیری کا معیار برقرار رکھنے کے لئے غیر زراعت پیشہ اقوام اور بنیوں میں سے نہ بھرتی کی جائے۔ جیسا کہ کانگرس کا خیال ہے۔ کیونکہ یہ لوگ فوج کو بزدل اور بیکار بنا دیں گے

—— کراچی۔ ۱۸ مئی۔ آج ساٹھ بے کار کانگرسی کارکنوں نے کراچی بازار میں پھر پکٹنگ لگا دیا۔ گودام کے کارکنوں کے ساتھ ان کا تصادم ہوگیا۔ بازار سے گذرتے ہوئے بے کار کارکنوں نے اونٹوں والی گاڑیاں روک لیں۔ ساربانوں نے مزاحمت کی۔ جس پر دھینگا مشتی شروع ہو گئی

—— کانپور۔ ۱۵ مئی۔ کانپور ریلیف کمیٹی کی صدارت کرتے ہوئے سر میلکم گورنر یوپی نے اعلان کیا۔ کہ فسادات کانپور کے سلسلے میں ہوئے قتل کے واقعات کی تحقیقات پولیس بدستور جاری رکھے گی۔ اس وقت تک سو مقدمات تو قتل کے ہیں۔ اور ۲ ہزار مقدمات لوٹ غارتگری اور آتشزدگی کے سلسلے میں چلائے گئے ہیں۔

—— کلکتہ۔ ۱۹ مئی۔ پراچین کہانی کے مصنف اور ناشر کے قتل کے سلسلے میں "گرونز" نے تحقیقات کرنے کے بعد فیصلہ کیا۔ اور جیوری نے اس کی تائید کی۔ کہ میاں عبداللہ خاں کے چھرے سے ان تینوں کی موت واقع ہوئی

—— جنیوا ۱۷ مئی۔ موسیو بریان نے جمعیت . . . اقوام کی کونسل کو ایک مکتوب ارسال کیا ہے جس میں محصولات کے متعلق جرمنی اور آسٹریا کے اتحاد پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ان طاقتوں نے اس اتحاد کو ایک فیصلہ شدہ امر تصور کر لیا ہے۔ لیکن یہ اتحاد اصول امن کے منافی ہے کیونکہ اس سے جرمنی آخر کار آسٹریا کو اپنے اندر جذب کرے گا۔ جرمنی جدید جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔

—— کلکتہ۔ ۱۹ مئی۔ کل مسلم یوتھ لیگ کلکتہ کا اجلاس ختم ہوگیا۔ لیگ کے صدر منتخب ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب نے صدارتی تقریر کے دوران میں کہا۔ کہ مسلمان بیڈر جداگانہ نیابت کے حق سے مسلمان عامتہ الناس کی اجازت کے بغیر دست بردار نہیں ہو سکتے۔ آپ نے حاضرین کو غیر مشروط سمجھوتوں کے خلاف انتباہ کیا۔ آپ کی تقریر پر بار بار نعرہ ہائے تحسین بلند ہوتے تھے۔

—— لندن۔ ۱۸ مئی۔ آج دارالعوام میں گول میز کانفرنس میں منظور شدہ تحفظات کے متعلق گاندھی جی کے رویہ پر بحث ہوئی۔ سوال کرنے والوں نے کہا۔ کہ گاندھی جی نے حال ہی میں جو بیانات شائع کرائے ہیں۔ وہ گاندھی ارون مفاہمت کے سراسر خلاف ہیں۔ انگلستان کی طرف روانہ ہونے سے پیشتر گاندھی جی کو صاف الفاظ میں بتا دینا چاہیئے کہ تحفظات ضروری ہیں۔ اور ان کے بغیر پارلیمنٹ ہندوستان کے لئے فیڈرل حکومت پر غور نہیں کرے گی۔ مسٹر بین وزیر ہند نے کہا۔ کہ گاندھی گفت و شنید کے دوسرے پیراگراف ہی میں لکھا ہے۔ کہ آئینی مباحثات اس سکیم پر شروع کئے جائیں گے۔ جس کا خاکہ گول میز کانفرنس نے تیار کیا ہے۔ اور اس میں صاف طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تحفظات اس سکیم کا ضروری جزو ہیں۔

—— شملہ ۱۸ مئی۔ مسٹر بی اے۔ پیٹمن جو شملہ کے بڑے مشہور بیرسٹر تھے۔ آج تیسرے پہر کو تشنج کے دورے کے بعد دفعتاً انتقال کر گئے ؁

—— کلکتہ ۱۸ مئی۔ آج اچھر پور سٹیشن پر ایک چودہ سالہ بنگالی طالب علم گرفتار کر لیا گیا۔ جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے قبضے سے مغویانہ لٹریچر۔ چٹا گانگ۔ ڈھاکہ کے ایک پہاڑی علاقوں کے نقشہ جات برآمد ہوئے۔ ملزم راناگھاٹ کا رہنے والا ہے۔ پولیس نے اس کے رشتہ داروں کے مکان پر چھاپہ بھی مارا۔ لیکن کوئی قابل اعتراض شئے نہیں ملی۔

—— شملہ ۱۹ مئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ فوجی افسروں میں افواہ ہے کہ ان کی تنخواہوں میں دس فیصدی یا ہر سال انہیں تخفیف شدہ شرح پر فرلو دیئے جانے کی تجویز زیر غور ہے آخری طریق کار سے گیارہ فی صدی تخفیف عمل میں آ جائے گی ؁

—— شملہ ۲۰ مئی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آج شام کو وزیر ہند کی طرف سے وائسرائے کو ایک تحریری تار موصول ہوا ہے جس میں اس تجویز کو منظور کر لیا ہے۔ کہ فیڈریشن کمیٹی کا آئندہ اجلاس لندن میں ۲۹ جون کو منعقد ہو۔ اور گول میز کانفرنس کا پورا اجلاس پارلیمنٹ کی تعطیلات کے بعد ستمبر کے پہلے ہفتہ میں لندن میں ہو۔

—— شملہ ۱۸ مئی۔ ایک انٹرویو کے دوران میں گاندھی جی نے کہا۔ ہندو ڈرتے ہیں۔ کہ سرحد سے غیر ملکی مسلمان حملہ آور ہوں گے۔ مسلمان ہندو اکثریت سے خوف کھاتے ہیں سکھ دونوں سے خوف کھاتے ہیں۔ باہمی اتحاد اور خلوص دل ہی ان مشکلات کو حل کر سکتا ہے۔ باہمی اتحاد سے تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر اقلیتوں کو جو کچھ وہ اپنی آئندہ حفاظت کے لئے چاہتے ہیں دیدیا جائے تو فیصلہ ہو سکتا ہے

—— پشاور۔ ۲۰ مئی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت نے بیان کیا ہے کہ گاندھی ارون سمجھوتہ کی شرائط ایجنسیوں پر حاوی نہیں ہوتیں۔ اس لئے ایجنسیوں کے سیاسی اسیر رہا نہیں کئے جائیں گے ؁

—— لاہور۔ ۲۰ مئی۔ شاہ عالمی دروازے کے باہر کی مسجد جو ۱۹۲۴ء سے نامکمل حالت میں پڑی ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ جلدی مکمل کی جائیگی۔

—— لاہور ۲۰ مئی۔ مقامی پولیس نے خارجہ تعلقات آرڈیننس کے تحت دفتر "زمیندار" کی تلاشی لی۔ اور ۲۳ مئی کا پرچہ قبضہ میں کر لیا گیا۔

—— باردولی۔ ۱۹ مئی۔ معلوم ہوا ہے کہ تحریک سول نافرمانی کے سلسلہ میں جن مسلمانوں نے ضبط شدہ زمینیں خرید کی تھیں کانگرسی کارکن کوشش کر رہے ہیں۔ کہ وہ زمینیں ستیہ گرہیوں کو واپس کردیں۔ لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

—— خان عبد الغفار ۱۷ مئی کو ڈیرہ اسماعیل خاں سے آ رہے تھے۔ کہ ہاتھی خیل کے علاقہ جہاں گزشتہ سال کانگرسی جلسے پر گولی چلائی گئی تھی دو میل تھانہ کے نزدیک آپ کو تقریر کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ جب آپ جلسہ گاہ پر پہنچے تو دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت نوٹس کی تعمیل بھی کرا دی گئی جس کی رو سے آپ کو حکم دیا گیا۔ کہ دو ماہ تک پانچ آدمیوں سے زیادہ . . کے مجمع میں تقریریں نہ کریں۔

—— کلکتہ ۱۹ مئی۔ کلکتہ میں اسلحہ اور ممنوعہ ادویہ کی چوری کے الزام میں پولیس نے ۲۷ آدمیوں کو گرفتار کیا جن میں چینی۔ جاپانی۔ ہندو اور مسلمان سب شامل ہیں پولیس کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے ایک دوسرے کے ساتھ سازش کر رکھی ہے اور اسلحہ اور ممنوعہ ادویہ کی چوری کے فرداً فرداً یا مشترکہ ذمہ وار ہیں۔ مال کلکتہ ہی میں کہیں پوشیدہ کر رکھا ہے ؁

(عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)